جناب مسلمؑ بن عقیلؑ

اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب قبلہ، الٰہ آبادی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد و آلہ الطاہرین والشہداء والصالحین۔

ولادت اور حالات

مضمون شہادت کا عنوان اور لالہ زار قربانی کا پہلا پھول ، باپ کا نام روشن کرنے والا ، حسینؑ کا سفیر، مسلمؑ غریب الوطن ، دور خزاں کا کھلنے والا پھول۔ خلافت کا تیسرا دور ۳۲ھ اور عقیل کے یہاں ایسا قابل ذکر اضافہ، یہ بڑے صاحبزادے تھے۔بعض حضرات نے ان کی ولادت خلافت ثانیہ کے عہد میں لکھی ہے۔

خلافت ثالثہ اور اس کے بعد امیر المومنینؑ کی خلافت کا زمانہ بچپن کا گذرا اس لئے کاروبار ملکی میں کوئی مداخلت حاصل نہیں ہوئی ۔سن رشد کو پہنچنے کے بعد جناب امیرؑ کی صاحبزادی حضرت عباس کی حقیقی بہن سے عقد ہوگیا۔ سرکار دوعالم پیغمبرؐ اسلام نے آپ کی اور آپ کے عظیم کارنامہ کی امیر المومنینؑ کو بشارت دی تھی۔ چنانچہ روایت یہ ہے جس کو جناب صدوقؒ نے امالی کی ستائیسویں مجلس میں ذکر کیا ہے اور علامہ مجلسی نے بحار کی دسویں جلد میں ابن عباس سے روایت ہے کہ:

امیر المومنینؑ نے ایک بار بارگاہ رسالت میں سوال کیا کہ یا رسول ؐ اللہ آپ عقیل کو بھی چاہتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں! بخدا میں تو ان کو دو وجہوں سے چاہتا ہوں۔ علاوہ میری ذاتی محبت کے ایک تو اس بنا پر کہ ابوطالبؑ ان کو چاہتے ہیں (ابوطالب رسولؐ کو اتنے محبوب تھے کہ ان کا کسی کو چاہنا رسولؐ کے لئے مستقل سبب محبت بن جاتا تھا) دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کا فرزند تمہارے نورنظر کی بات میں قتل ہوگا۔ اتنا فرما کر خاموش نہیں ہوتے ، فرماتے ہیں۔ ''اس وقت مومنین کی آنکھیں اس پر اشکبار ہوں گی اور مقرب فرشتے اس پر درود بھیجیں گے۔ یہ فرما کر زار زار رونے لگے یہاں تک کہ وہ آنسو بہہ کر مرکز غم تک پہنچے اس کے بعد فرمایا:

''الی اللہ اشکو ما تلقی عترتی من بعدی''

میرے بعد اہلبیت پر جو کچھ پڑے گی اس کا بس خدا ہی سے شکوہ کروں گا۔

شیخ ابوجعفر طوسی نے اپنی رجال کی کتاب میں امام حسن علیہ السلام کے اصحاب میں سے شمار کیا ہے، لیکن اصحاب امام حسین علیہ السلام میں ان کا شمار نہایت آشکار ہے۔ علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں فرمایا ہے کہ وہ نیکوں کے سردار'' پہلے شہید، سید الشہداء کے سفیر ہیں، جن کی عظمت وجلالت کے احاطہ سے الفاظ وقلم قاصر ہیں۔

امامؑ کا ان کو اپنا سفیر منتخب کرنا ہی عظمت وجلالت کے اثبات کے لئے کافی وافی ہے کیونکہ خدا کا منتخب بندہ جب کسی کا انتخاب کرے گا اور اپنا قائم مقام بنا کر بھیجے گا تو وہ ضرور منتخب روزگار ہوگا۔

چنانچہ واقعہ یوں ہی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام تیسری شعبان کو مدینہ سے رخصت ہوکر مکہ تشریف لائے تو کوفہ میں سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر شیعوں کا اجتماع ہوا جس میں معاویہ کی ہلاکت کا تذکرہ کیا گیا۔ سلیمان نے کہا کہ معاویہ

مر گیا اور حسینؑ یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہیں اور کراہت رکھتے ہیں، مدینہ سے مکہ تشریف لائے ہیں، تم لوگ ان کے والد بزرگوار کے پیرو ہو لہٰذا اگر ان کی مدد کرنا ہو تو ان کو دعوت دو اور اگر ان کی حمایت نہ کرنا ہو تو دھوکا نہ دو۔ ان لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا:

''نہیں ہم ان کے دشمن سے لڑیں گے اور اپنی
جانیں ان پر سے قربان کر دیں گے۔''

یہ طے کر کے ان لوگوں نے امام کو برابر مکہ میں خطوط روانہ کرنا شروع کر دیئے جن میں بعض خط تین تین اور چار چار آدمیوں کی طرف سے ہوتے تھے۔ یہ خطوط اتنے آئے کہ بارہ ہزار دعوت نامے جمع ہو گئے۔

امامؑ نے ان خطوط کے جواب میں تحریر فرمایا: ''اے مومنین و مسلمین! ہانی اور سعید تمہارے پیغامات لے کر مجھ تک آئے اور یہ آخری پیغامبر تھے تو لوگوں کی عرضداشت میں نے سنی تم لوگوں نے لکھا ہے کہ ہمارے لئے کوئی رہبر نہیں ہے لہٰذا تشریف لایئے شاید آپ کی قیادت میں ہم کو راہ راست مل سکے لہٰذا میں اپنے معتمد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہاری جانب روانہ کرتا ہوں تا کہ یہ مجھ کو صورت حال سے آگاہ کریں۔ اگر انہوں نے مجھ کو لکھا کہ تمہاری جماعت اور تمہارے ارباب عقل و فضل اپنی تحریر کے مطابق ثابت قدم ہیں اور اپنے خیالات پر قائم ہیں تو جلد ہی میں اپنے کو تم لوگوں تک پہنچاؤں گا۔ دیکھو امام تو بس وہی ہے جو حکم قرآن پر کاربند ہو، منصفانہ رویہ رکھتا ہو، حق شاہراہ کا راہرو، خدا اور بس خدا ہی اس کا نصب العین ہو۔

اس کے بعد فرزند رسولؐ نے اپنے برادر مسلم کو طلب کیا۔

مسلمؑ کی روانگی کوفہ کی طرف

حسینؑ کی طلب پر مسلمؑ لبیک کہتے حاضر ہوئے، حکم دیا: ''کوفہ جاؤ اور وہاں کے حالات سے آگاہ کرو، تقوے کا دامن ہاتھ میں رہے اور رازداری کا خیال دل میں، لطف و مدارات زبان پر۔ جاؤ، اگر وہاں کے لوگوں کو قابل اطمینان اور متفق الخیال پاؤ تو مجھ کو خبر دینا۔ تابع فرمان مسلم مدینہ تشریف لائے، مسجد نبوی میں آخری نماز ادا کی، مکان پر آئے، اہل و عیال کو رخصت کیا، دونونہالوں کو جو بغیر باپ کے نہیں رہ سکتے تھے ساتھ لیا، دو راہبر ہمراہ لئے، تسلیم و رضا کے جادہ پر چل کھڑے ہوئے۔ راہبر آگے آگے ہیں، دو بچے ساتھ ہیں، غربت کا راستہ کوفہ کی طرف طے ہو رہا ہے، مولا نے جدھر بھیج دیا چلے جاتے ہیں۔ رسولؐ کے طرز عمل سے کتنا ملتا جلتا عمل ہے، وہ بھی ایک بھائی کو ساتھ رکھتے ہیں دوسرے کو جنگ موتہ کے لئے شام کی طرف روانہ کرتے ہیں، نواسے میں نانا کی شان اور بھتیجے میں چچا کا انداز۔ وہاں بچوں کا ساتھ پردیس میں نہیں ہے لیکن یہاں کون ہے جو مسلمؑ سے کہے کہ بچوں کو چھوڑ جایئے اور جو کہے وہ شاید یہ جواب سنے کہ حسینؑ کے بچوں سے میرے بچے برتر نہیں، جب وہ پردیس کی ناخوشگوار فضا میں سانس لے رہے ہیں تو یہ غلام زادے ہیں۔ وفا کی شان یہی ہے کہ یہ بھی در بدر کی ٹھوکریں کھائیں اور اسی طرح قید و بند کی سختیاں جھیلیں۔

راستے میں رہبروں کی موت

غربت کا راستہ تھوڑا ہی طے ہوا تھا کہ دونوں راہبر بھٹک گئے اور ساتھ ہی پیاس کا بھی غلبہ ہوا جس کی وجہ سے قدموں نے جواب دے دیا، دل بیٹھ گیا، مرتے مرتے جناب مسلمؑ کو اشارہ سے راستہ بتلا گئے۔ مسلم پریشان ہوئے ادھر ادھر پانی کی تلاش میں دوڑے، بے آس ہو چکے تھے کہ مفیق نامی ایک گاؤں میں پانی ملا۔ خود پیا، بچوں کو پلایا اور رہبروں کی بے جان لاشوں کو غسل دے کر دفن کیا، یہ تھا احساس فرض کا عالم امامؑ کی منتخب کردہ ہستی کا۔ پھر چل کھڑے ہوئے اور جلد مسافت طے کر کے کوفہ میں داخلہ ہو گیا۔

مسلمؑ کی کوفہ میں آمد

کوفہ آ کر مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے یہاں اترے تھے کہ جوق جوق آنے جانے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ وہ آتے جاتے تھے اور حسینؑ کا سفیر ان کو پیغام حسینی سناتا جاتا تھا۔ چند روز میں

کوچہ و بازار بیعت کرنے والوں سے آباد نظر آنے لگے۔ اٹھارہ ہزار کی جمعیت کافی ہوتی ہے ۔ جب اتنی بڑی جماعت نے مطمئن کیا اور نصرت وحمایت پر آمادگی ظاہر کی تو جناب مسلمؑ نے تقریباً گیارہ ذیقعدہ کو امامؑ کو تحریر فرمایا: سب واقف ہیں کہ پیش رو قافلہ اپنے بعد آنے والوں سے غلط بیانی سے کام نہیں لیتا۔ یہاں کی کیفیت یہ ہے کہ اس وقت تک اٹھارہ ہزار آدمی میرے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر چکے ہیں۔ اب مناسب یہ ہے کہ آپ جلد یہاں تشریف لے آیئے۔ سب آپ کے مطیع ہیں اور آل معاویہ سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔

انقلاب کی آمد کوفہ میں

اس وقت نعمان بن بشیر کوفہ کا حاکم تھا، اس نے حضرت مسلمؑ کے معاملہ سے چشم پوشی کی۔ یہ بات بنی امیہ کی امت کو ناگوار ہوئی۔ انہوں نے یزید کو لکھا کہ کوفہ کی خیر نہیں، اگر اس کو بچانا ہے تو کسی زوردار آدمی کو بھیجو، یہاں مسلمؑ بن عقیل آ گئے ہیں اور لوگ ان کی بیعت کر رہے ہیں، وہ لشکر اکٹھا کر رہے ہیں۔ یزید نے اپنے مقلدین کے مشورہ کے مطابق ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ جلد جا کر وہاں کا انتظام کرو۔ یہ کوفہ آیا اور عمائدین شہر، رؤساء قبائل کو جمع کر کے زوردار تقریر کے بعد خوفزدہ کر دیا اور ایک ایک کو حکم دیا کہ اپنے محلہ اور قبیلہ کے مخالفین کی فہرست پیش کریں، ورنہ وظیفہ بند اور معافیاں ضبط کی جائیں گی اور کیسا ہی مقتدر و معزز کیوں نہ ہو قتل ہوگا، گھر بار سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس تقریر نے یزیدی مخلوق کے سوکھے دھانوں کی آبیاری کی، آس بندھی، ساتھ ہی ساتھ پسر زیاد نے رشوت کی تھیلی بھی کھولی اور شجرہ ملعونہ کے میٹھے پھل سونے چاندی کے اوراق میں لپیٹ کر کھلائے۔ اس کے بعد اعلان کیا کہ لوگو دیکھو ابن عقیل نے آ کر نااتفاقی پیدا کر دی ہے۔ جس کے یہاں ان کو ہم نے پایا اس کی خیر نہیں اور جو ان کو پکڑ لائے گا، ان کی دیت پائے گا، دیکھو بندگان خدا اللہ سے ڈرو، اپنی اطاعت و بیعت پر ڈٹے رہو اور اپنے کو بلا میں نہ پھنساؤ۔

مسلمؑ کا ہانی کے گھر منتقل ہونا

مسلمؑ کو ہوا کا رخ بدلا نظر آیا اور آپ مختار کے گھر سے اٹھ کر ہانی کے یہاں آ گئے۔ یہاں بھی کم وبیش آمد وشد کا سلسلہ جاری رہا۔ شریک بن اعور جو مومن کامل تھے، اس گھر میں مقیم تھے۔ ابن زیاد کے ہمراہ بصرہ سے چلے تھے اور راستے میں بیماری کا مظاہرہ کر کے رک گئے تھے تاکہ ابن زیاد بھی رک جائے اور حسینؑ اس کے قبل کوفہ پہنچ جائیں لیکن یہ نہیں رکا۔ یہاں ہانی کے گھر میں یہ علیل ہو گئے۔ ابن زیاد نے خبر علالت سن کر کہلا بھیجا کہ کل میں تمہاری عیادت کو آؤں گا۔ شریک نے موقع مناسب سمجھ کر کہا کہ دیکھئے کل وہ بدبخت آئے گا تو جب میں پانی طلب کروں تو نکل کر خاتمہ کر دیجئے گا۔ اس کے بعد کوفہ آپ کا ہے اور بصرہ بھی، سارے عراق پر آپ کا تسلط ہوجائے گا۔ دوسرے روز وہ آیا صرف ایک غلام اس کے ہمراہ تھا۔ موقع پا کر شریک نے پانی مانگا جس کے بعد دیر تک انتظار کرنے بھی کوئی برآمد نہ ہوا۔ پھر ایک شعر پڑھ کر اشارہ دیا لیکن مسلم بن عقیلؑ کوئی سیاسی لیڈر تو ہیں نہیں، نہ کسی ڈپلومیٹ شہنشاہ کے سفیر، وہ تو حسینؑ کے سفیر ہیں جہاں نصب العین دیانت ہے، نہ کہ سیاست۔ چنانچہ بعد میں جب شریک نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا، الایمان قید الفتک ''ارشاد پیغمبرؐ ہے یعنی مومن کو اچانک قتل نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ شریک نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر تم قتل کر دیتے تو ایک فاسق، کافر کا قتل ہوتا۔ خانوادہ رسالت کی غیر معصوم ہستیاں شریعت کی اتنی سخت پابند تھیں۔ حسینؑ کے ان متبعین تک کا مقصد تاج وتخت نہ تھا، ان کا مقصد کردار کی عظیم مثال قائم کرنا تھی اور اسی لحاظ سے ان کی فتح و شکست کو دیکھنا چاہئے۔

معقل کی جاسوسی

ابن زیاد نے معقل کے ذریعہ تمام احوال معلوم کر لئے اور اس کو تین ہزار درہم دے کر پتہ لگا لیا۔ ہانی نے بھی اس کے یہاں آنا جانا ترک کر دیا تھا کیونکہ ان کا مکان اس وقت مخالفت کا

مرکز ہورہا تھا۔

جناب مسلمؑ کا تھیہ

ابن زیاد نے سب کچھ معلوم کر لینے کے بعد جناب ہانی کو بلوایا اور شدید زدوکوب کے بعد قید کر دیا۔ جناب مسلمؑ نے عبداللہ بن حازم کو تفتیش حال کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس ہوکر اطلاع دی کہ ان کو شدید طور پر مجروح کرنے کے قید کر دیا گیا۔ مسلم اپنے میزبان کے لئے ایسی بات کب برداشت کر سکتے تھے، حکم دیا کہ تم ہمارے ساتھیوں کو جمع کرو۔ حکم دینے کی دیر تھی چند آوازوں میں کوفہ کی وسیع مسجد میں تل رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ یہ رنگ دیکھ کر ابن زیاد گھبرایا۔ اس وقت وہ صرف اتنا کر سکتا تھا کہ دروازہ روکے رہے، کل تیس سپاہی اور بیس عمائدین کوفہ اس کے گردوپیش تھے۔

ابن زیاد نے انہیں لوگوں سے کام لیا جن لوگون پر اس کو اعتماد تھا ان کو چور دروازوں سے باہر نکالا تا کہ لوگوں کو بھڑ کا کر مسلمؑ کے پاس سے ہٹائیں اور جن پر بھروسہ کچھ کم تھا ان کو حکم دیا کہ کوٹھے پر جا کر اپنی تقریروں سے جماعت مسلم کو سلطان وقت کے عتاب سے ڈرائیں۔ کثیر بن شہاب اس وقت کے لئے سب سے زیادہ کار آمد نکلا جس نے بڑے زور وشور سے کہنا شروع کر دیا کہ اے اہل کوفہ جاؤ اپنے گھروں میں بیٹھو اور مفت مصیبت میں نہ پڑو، بیکار کیوں جان دیتے ہو، دیکھو یزید فوج جماعت مسلمؑ کے مقابل آ پہنچی، پسر زیاد نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم لوگ اس وقت اپنے گھروں کو واپس نہ جاؤ گے تو تمہارے وظیفے یک قلم بند کر دیئے جائیں گے اور ایک ایک کو چن چن کر سرتابی کا مزہ چکھایا جائے گا اور ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا جائے گا، بلکہ غائب کو حاضر کے عوض اور حاضر کو غائب کے بدلے سرکشی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا، سب کے سر قلم ہوں گے، گھر گرا کر زمین کے برابر کر دیئے جائیں گے۔ اثاثہ لٹ جائے گا۔ اس کے ہمنوا دوسرے سرداروں نے بھی اسی قسم کی تقریریں کیں۔

اصحاب جناب مسلمؑ کا انتشار

اس بے وفا قوم پر یہ الفاظ برقِ انتشار بن کر گرے جن کے ہول سے لوگ یکا یک میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ دن کیا ڈھلا کہ مسلمؑ کے اقتدار کا آفتاب ڈھل گیا۔ یہ عالم ہوا کہ مرد اور عورتیں آ آ کر اپنے بیٹوں، بھائیوں عزیزوں کا ہاتھ پکڑ پکڑ کر کھینچتے تھے، اور کہتے تھے چلو، اگر شام کی فوج آ پہنچی تو کیا کرلوگے۔ آفتاب نہیں ڈوبا کہ کوفہ والوں کی غیرت وحمیت کا آفتاب غروب ہوگیا۔ مسلمؑ کی اتنی بڑی جمعیت پراکندہ ہوگئی۔ اب کوفہ کا ذرہ ذرہ نامانوس ہے، دورودیوار سے وحشت ٹپکتی ہے۔ پاؤں تلے کی چیونٹی تک خون کی پیاسی ہے۔ نام کو چند ساتھی ہیں جو مغرب کی نماز تک کے ہمراہی ہیں۔ نماز کے بعد جب مڑ کر دیکھا ہوگا تو کیا گذری ہوگی، اٹھے، مسجد سے باہر جارہے ہیں، باب کندہ کے قریب پہنچ کر دیکھتے ہیں تو صرف دس رہ گئے تھے اور دروازے سے نکل کر دیکھا تو کوئی نہیں جس کو دیکھیں۔ اللہ رے انقلاب۔ سچ ہے جیسا انقلاب، خاندان رسولؐ نے دیکھا کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ پھر اس کے نتیجہ میں جیسا انقلاب اہلبیتؑ رسالت نے برپا کیا کسی نے نہیں کیا، اللہ اکبر کہاں اٹھارہ ہزار، پچیس ہزار، اسی ہزار، کہاں کوئی راستہ بتانے والا تک نہیں، غربت اپنی بھیانک ترین شکل میں سامنے ہے، اللہ رے سناٹا بچوں کی بھی آواز نہیں آئی، بے وفا افراد کے سیلاب میں وہ بھی کسی طرف گم ہوگئے، ہائے وہ بچے جو کبھی گھر سے نہیں نکلے، جو لحظہ بھر ان باپ کے سینہ سے جدا نہیں ہوئے جو راہ سے واقف نہیں، جنہیں نہ کسی گھر کا پتہ معلوم، نہ در کا، وہ اس وقت کہاں ہیں، موت ماں باپ سے بچوں کو چھین لیتی ہے تو قرار آجاتا ہے مگر اس طرح نگاہ سے اوجھل ہونے کی صورت میں کیسے قرار آئے۔ لیکن واقعات شاہد ہیں کہ مسلم کو اپنے بچوں کی کوئی فکر نہیں ہے۔ وہ تو اپنے امامؑ کے تصور میں ہمہ تن مشغول ہیں جن کو وہ دعوت نامہ بھیج چکے ہیں اور یہاں دنیا بدل چکی ہے۔ اب ان کو اپنے امامؑ اور ان کے بچوں اور اہل حرمؑ کی فکر ہے۔ آقا

زادوں کی دربدری کے مقابلہ میں ان کو اپنے بچوں کی پریشانی کی کیا فکر ہوسکتی ہے۔

مسلمؑ طوعہ کے دروازے پر

مسجد کے دروازے سے باہر آ کر ادھر ادھر پھرتے ہوئے تقدیر نے حیات فانی کی آخری منزل پر پہنچا دیا جو حیات جاوید کی منزل اول تھی۔شام ہوگئی ہے، پرآشوب شہر، دروازے بند ہورہے ہیں، گلیاں سنسان ہیں، کہاں جائیں کس کو ہمدرد سمجھیں، ذرہ ذرہ دشمن ہے، پیاس کا غلبہ ہے اور غالباً روزہ سے بھی ہیں، افطار کا وقت ہو چکا ہے لیکن کوئی ایک ساغر دینے والا نہیں، ایک ضعیفہ کے دروازے پر پہنچے۔دیکھا وہ در بند کرنا چاہتی ہے، مسلمؑ نے سلام کر کے مخاطب کیا۔ضعیفہ نے جواب دے دیا۔فرمایا: مجھ کو ایک گھونٹ پانی چاہئے۔پلا دو تو خوب ہو۔'' طوعہ نے پانی لا کر حاضر کیا اور جناب مسلمؑ نے پی لیا، ہوا بدلی ہوئی تھی لیکن اس پانی میں انس ووفا کی بو محسوس ہوئی، خاندان رسولؐ نے ہمیشہ احسان کا بدلہ احسان سے دیا ہے۔طوعہ نے پانی پلا دیا تھا جو سبب حیات ہے مسلمؑ پردیس میں ہیں، شام کی تاریکی سر پر ہے، مادی لحاظ سے بالکل بے سروسامان ہیں لیکن شہنشاہ روحانیت کے سفیر ہیں، کسی کو اپنے قدموں کے طفیل میں نہ مٹنے والی زندگی دے سکتے ہیں بشرطیکہ اس میں صلاحیت ہو، یہ سوچ کر دہلیز پر بیٹھ گئے، طوعہ مومنہ ضرور ہے لیکن اسے کیا معلوم کہ راہ ایمان کا خضر اس کے در پر آ گیا ہے۔بیٹھتے ہوئے دیکھ کر پوچھتی ہے: ''کیا ابھی سیراب نہیں ہوئے؟'' آب حیات کے مالک سے یہ سوال نادانی کی بنا پر تھا، فرمایا: نہیں، سیراب تو ہوگیا۔خدا تجھ کو جزائے خیر دے۔'' طوعہ نے کہا: پھر جاتے کیوں نہیں؟'' بجز خاموشی اس کا جواب ہی کیا تھا، چپ ہو گئے۔ضعیفہ کی ناگواری میں اضافہ ہوا۔لہجہ بدل کر کہا: ''کیا خوب! بندۂ خدا جاؤ، یہاں تمہاری نشست مناسب نہیں، میں اس کو پسند نہیں کرتی۔'' رو دیئے مسلمؑ۔حمیت ہاشمی نے اٹھا کر کھڑا تو کر دیا مگر مایوسی نے قدم تھام لئے، طوعہ کو حسرت سے دیکھا، فرمایا: ''کہاں جاؤں، مسافر ہوں، اس شہر میں نہ میرا گھر نہ قوم وقبیلہ، اے مادر کیا ممکن نہیں کہ اپنے یہاں قیام کی جگہ دے اور پیغمبرؐ کی شفاعت حاصل کرے۔'' خضر ایمان کے اس آخری فقرہ نے اس کی ایمانی رگ کو بھڑکا دیا، پوچھا: ''آپ کون ہیں؟'' فرمایا: ''مسلمؑ غریب الوطن۔'' طوعہ لرزنے لگی، دل کو قابو میں کر کے فوراً عرض کی: ''پھر تو یہ گھر آپ کا ہے اور طوعہ آپ کی کنیز ہے، تشریف لایئے۔'' ایک حجرہ میں فرش کر دیا، سامان راحت مہیا کر دیا، کھانا پیش کیا، مگر آپ نے نوش نہیں کیا، بھوک میں بھی آقا کا ساتھ دیا۔ذرا دیر گذری تھی کہ اس کا فرزند آیا جس کا نام بلال تھا۔حجرے میں برابر آنے جانے سے اس کو کچھ خیال ہوا، دریافت کیا، طوعہ نے ٹالنا چاہا۔اس نے اصرار کیا تو مومنہ نے وعدے، قسمیں لے کر واقعہ بیان کر دیا۔حالات سے باخبر ہو کر اس وقت وہ لیٹ رہا، جناب مسلمؑ نے عبادت میں شب بسر کی اور اس نے نفس کی خباثت میں رات کاٹی۔ ادھر ابن زیاد ہوا کا رخ موافق دیکھ کر اپنے انتظامات میں مصروف ہوا۔

صبح انقلاب

سحر ہو رہی ہے، مسلمؑ سجادہ طاعت پر ہیں، بلال اٹھا اور جا کر اپنے دوست عبدالرحمن سے وہ راز کہہ آیا جس کے لئے وہ نہایت بےچینی سے صبح کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اپنے باپ محمد بن اشعث کے پاس آیا جو اس وقت ابن زیاد کا وزیراعظم بن کر پہلو میں بیٹھا تھا اور واقعہ رازداری سے بیان کیا جس کو ابن زیاد سمجھ گیا اور اشارہ کیا کہ فوراً گرفتار کر لا۔

حسینؑ کا سفیر ابھی سجادہ طاعت پر تھا کہ دفعتاً گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز کان میں آئی معلوم ہوگیا کہ وہ وقت آ گیا جس کی ابھی خواب میں چچا نے خبر دی ہے کہ فرزند جلد میرے پاس چلا آ، اٹھ کھڑے ہوئے، طوعہ نے پوچھا شہزادے کہاں کا قصد ہے فرمایا: ''تو گھوڑوں کے ہمہمے اور ہتھیاروں کی آواز نہیں سنتی، لشکر ابن زیاد آ گیا، دروازہ کھول دے تا کہ میری وجہ سے تیرے گھر کی بےحرمتی نہ ہو۔'' یہ یزیدی جماعت کا کردار تھا کہ اسلام کا

دعوی اور مسلم خاتون کے گھر میں بے اجازت داخلہ اور اس کی بے حرمتی اور یہ حسینؑ کے سفیر کا کردار کہ جان کی پروانہیں، مسلمہ کے گھر کی بے حرمتی کا خیال مقدم ہے۔ آپ نکل رہے تھے کہ سپاہی اندر گھس آئے آپ نے ان کو تلوار سے مار کر باہر نکال دیا۔

محمد بن اشعث کے ساتھ پہلی بار تین سو سپاہی تھے لیکن قریب آنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ چاروں طرف سے دور سے حملہ کرتے تھے اور جو شامت کا مارا قریب آ گیا دو ہو گیا اور اگر کئی ساتھ پہنچ گئے تو ان کے سر پکڑ کر ٹکرا دئے کہ کاسۂ سر چور ہو گئے، کبھی کسی کا بازو پکڑ کر چھت پر پھینک دیا۔ ایک سو پچاس یزیدی فنا ہو گئے۔

مزید فوج کا مطالبہ

محمد بن اشعث نے ابن زیاد سے مزید فوج طلب کی۔ اس کے جواب میں اس نے کہلا بھیجا۔ تم کو شرم نہیں آتی، ایک آدمی کی گرفتاری کے لئے اس قدر فوج لے گئے اور اور بھی مانگتے ہو۔ تب تمہارا کیا حال ہوگا جب کسی اور کے مقابل بھیجوں گا۔ محمد بن اشعث نے اس کے جواب میں کہا کہ تو نے کیا سمجھا ہے؟ کیا تو نے کوفہ کے کسی بقال سے مجھ کو لڑنے بھیجا ہے؟ تجھ کو معلوم نہیں کہ تو نے مجھ کو خانوادۂ رسالت کے شیر اور گہوارۂ شجاعت کی تلوار کے مقابل بھیجا ہے، اس نے لکھا کہ اچھا ان کو حیلہ و مکر کے ذریعہ گرفتار کرو بغیر اس کے وہ قبضہ میں نہیں آسکتے۔ اس کے بعد اس نے پانچ سو مزید فوج بھیجی اور پھر گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ باوجود بھوک پیاس اور شدید زخموں کے آپ کی تلوار کام کر رہی تھی اور زبان پر رجز تھا جس کا خلاصہ یہ ہے ''بخدا میں آزادی کی موت مرنا چاہتا ہوں، موت سے متوحش ہونے کی ضرورت نہیں، یہ دن ہر ایک کو دیکھنا ہی ہے۔'' یہاں تک کہ بکر بن حمران نے آپ کو ایک تلوار ماردی جس سے اوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور اگلے دانتوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی، مگر پھر بھی آپ برابر ان کو مارتے رہے۔ جب یہ دیکھا تو مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے کچھ پتھر مارتے تھے اور کچھ آگ پھینکتے تھے۔ ہاں مسلم آگ کی تکلیف بھی سہہ لیجئے کیونکہ آپ کے مولاؑ کے ناموس کو یہ تکلیف بھی سہنی ہوگی۔ برابر لڑتے جاتے ہیں، اسی مجبوری اور تنہائی میں چھ سو یزیدی قتل کئے گئے۔ محمد بن اشعث نے امان کی لفظوں میں مکروزور کی حقیقت پیش کی، کہا: ''آپ کیوں جان دیتے ہیں؟ آپ کے لئے امان ہے۔'' مسلمؑ نے فرمایا: ''میں فاسق کی بیعت نہیں کرنے کا۔'' اللہ اکبر سب کچھ ہو گیا مگر قدم نہ پیچھے ہٹا نہ ہاتھ بیعت کو بڑھا۔ جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو ایک غار کھودا گیا جس کا منھ بند کر دیا گیا اور فوج نے پیچھے ہٹنا شروع کیا آپ برابر لڑتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے، ناگاہ غار میں قدم چلے گئے پھر آپ سنبھل نہ سکے۔ اس قوت و شجاعت کی نظیر ملنی دشوار ہے کہ ایک مجبور بھوکے پیاسے کو اتنی فوج بلا مکروعذر گرفتار نہیں کرسکی۔

جناب مسلمؑ کی گرفتاری

غار میں گرتے ہیں نیزہ و تلوار کے وار ہونے لگے، تلوار چھن گئی، جنگی پوشاک پر دست درازیاں ہونے لگیں، کسی نے خود لے لیا، کسی نے دستانہ اتار لیا۔ ہاں مسلم بن عقیلؑ آپ کے مصائب کس قدر مشابہ ہیں مولاؑ کے مصائب سے۔ حسینؑ اگر گھوڑے سے زمین پر آتے ہیں تو غار میں گرنے کی مصیبت شدید تر ہے، مولاؑ کے جسم کی پوشاک زندگی میں نہیں لٹی مسلمؑ کی پوشاک زندگی میں لٹ گئی۔ اس کے بعد ایک رسی سے مشکیں کس لی گئیں، اور ایک خچر پر بٹھا کر دارالامارہ تک لائے۔ وہ غدار قوم تلواریں کھینچے محاصرہ کئے تھی اس وقت آپ نے فرمایا ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' ایک یزیدی بولا کہ جو ایسی چیز کا طلبگار ہو جس کے تم تھے اس پر اگر ایسا وقت آجائے جیسا تم پر آ گیا تو اس کو ہراساں نہیں ہونا چاہئے حضرت مسلمؑ نے فرمایا: ''او کم عقل! میں کیا اپنے لئے روتا ہوں یا اپنے قتل سے ڈرتا ہوں! میں تو مولاؑ اور ان کے عیال واطفال کے لئے روتا ہوں جو آرہے ہوں گے۔'' اللہ اکبر! یہ ہے انسانیت کی معراج کہ اپنے بچوں کی اس وقت بھی فکر نہیں کہ اب میرے بعد ان خوردسال بچوں پر کیا گزرے گی؟

یہ ہیں "نفس مطمئنہ" کے مصداق۔ آپ نے محمد بن اشعث سے فرمایا کہ تیرا مجھ پر بڑا احسان ہوگا اگر میری طرف سے ایک قاصد کے ذریعے میرے امیر حسینؑ کو مطلع کروادے کہ مسلمؑ نے کہا ہے کہ مولاؑ خدا کے لئے اس طرف نہ آیئے، میرے ساتھ غدر کیا گیا، مجھ کو امید نہیں کہ شام تک زندہ رہوں گا، تم جانتے ہو کہ مجھ کو اس فریضہ کی ادائگی کا موقع نہیں ہے اور نہ اب ملے گا اور مولاؑ اب ضرور روانہ ہو گئے ہوں گے یا روانہ ہونے کو ہوں گے۔

دارالامارہ میں حضرت مسلمؑ کا داخلہ

محمد بن اشعث حضرت مسلم کو لے کر پہنچا۔ زخمی تھے۔ پیاس کا غلبہ تھا، دیکھا سامنے غلام پانی کی صراحیاں جھال رہے ہیں اور آب سرد کے کوزے دریچوں میں آویزاں ہیں، ایک خبیث سے مخاطب ہوکر کہا: "کیا اس میں سے تھوڑا پانی مجھے دے سکتے ہو۔" اس نے جواب دیا: "دیکھو کتنا سرد ہے مگر تم کو ایک قطرہ نہیں دیا جائے گا جب تک کہ تم جہنم کا گرم پانی نہ پی لو۔" آپ کو غیظ آ گیا، ایک جھٹکا دیا، بندرسن ٹوٹ گیا۔ ایک طمانچہ اس کو رسید کیا جس سے اس کو معلوم ہوگیا کہ جہنم کے آب گرم کا لطف کس کے لئے ہے۔ اس کے بعد آپ نے پھر پانی کا سوال کیا عمر بن حریث نے اپنے غلام سے کہا، وہ پانی لایا مگر منہ کے قریب لے گئے تھے کہ لبہائے بریدہ کے خون سے رنگین ہوگیا دوسرا پانی آیا۔ اس کا بھی یہی حال ہوا۔ تیسرا ساغر آیا تو دندان آبدار پیالے میں آ رہے، واپس کر دیا اور نہایت اطمینان سے کہا: "اب پانی تقدیر میں نہیں۔" اس تشنگی کا کیف تو واقعہ کربلا کے بعد مسلم کی روح کو محسوس ہوا ہوگا کہ اگر حسینؑ پیاسے ذبح ہوئے تو میں بھی پیاسا ہی رہا۔ ایسی پیاس میں طہارت آب کا خیال انسانیت کا کمال ہے۔"

ابن زیاد سے گفتگو

عدالت کا علمبردار ظلم کے دربار میں داخل ہوا۔ سلام نہیں کیا۔ اعتراض ہوا: تم نے امیر کو سلام نہیں کیا۔ جواب دیا: "میرا امیر وہ نہیں تیرا امیر ہوگا۔ میرا امیر تو اس وقت حسینؑ ہے۔" ابن زیاد بولا: "سلام کرو یا نہ کرو قتل ضرور ہوگے۔" جناب مسلم نے پر اطمینان انداز سے کہا: "اس کے قبل تجھ سے بدتر مجھ سے بہتر لوگوں کو قتل کر چکے ہیں۔" ابن زیاد بولا: "تم نے آ کر فتنہ برپا کیا، تفرقہ ڈالا۔" فرمایا: "تو جھوٹ بولا۔ فتنہ وفساد کا بانی تو ہے اور تیرا باپ اور جس نے تجھ کو حاکم بنایا اور اس کا باپ۔ میں راہ راست پر ہوں، میری نیت میں ذرا بھی تبدیلی نہیں، امام حسینؑ کی اطاعت میں ثابت قدم ہوں جو وصی ابن وصی ہیں اور اس وقت مومنوں کے پیشوا ہیں۔" ابن زیاد بولا: "کیا تم سمجھتے تھے کہ حسینؑ کو خلافت مل جائے گی؟" فرمایا: "کیا تو سمجھتا ہے ان سے خلافت چھن سکتی ہے۔" وہ بولا: تم نے یہاں کی پرسکون فضا کو تہ وبالا کر ڈالا۔" فرمایا: "نہیں، تمہاری شہنشاہیت مصر وروم کے بادشاہوں جیسے، ایران کے حاکموں جیسے طریقوں پر چل رہی تھی، سنت کے خلاف پبلک کے ساتھ برتاؤ ہوتا تھا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر معطل تھا، امام حسینؑ نے مجھ کو بھیجا تھا تاکہ ان چیزوں کو یہاں زندہ کروں، بولا: "میں تم کو ضرور قتل کروں گا۔" فرمایا: "خبیثوں سے ناحق خونریزی تعجب نہیں، اگر ہاتھ کھل جائے اور پانی مل جائے تو اب بھی تجھ کو اسی قصر میں مزہ چکھادوں۔" وہ بولا: "میں تم کو نئی طرح قتل کروں گا۔" فرمایا: "تیرا وجود ہی بدعتوں کے رواج دینے کے لئے ہے یہ سن کر اس نے مسلمؑ اور حسینؑ، علیؑ اور عقیل پر سب وشتم شروع کیا آپ نے فرمایا تیرے دہن میں خاک اور تیرے باپ کے اور جس نے تجھ کو امیر بنایا۔ معاویہ نے تیرے باپ کو اپنے سے ملا کر "الخبیثون للخبیثات" کا مرقع دکھا دیا، ورنہ اس کا باپ ہی معلوم نہ تھا۔ مجھ کو امید ہے خدا سے کہ وہ مجھ کو بدترین خلق کے ہاتھوں مرتبہ شہادت عطا فرمائے گا۔ ہم اہلبیت نبوت ہیں، ہمیشہ مصائب کا نشانہ رہے ہیں، یہ ہمارے لئے فخر ہے، ہم راضی برضا ہیں۔"

یہ ہے ایک پیاسے زخمی، رسن بستہ، پردیسی کا مکالمہ قصر استبداد میں جابرانہ آمریت کے روبرو حق گوئی کی جرأت کا مثالی کارنامہ ہے۔

وصیت اور شہادت

حسینؑ کا سفیر کارِسفارت انجام دے کر اپنی حیات سے شاد ہے اور شہادت کی دوسری زندگی کا اطمینان سے استقبال کرنے کو تیار ہے۔فرمایا:''کسی قریشی کو بھیج میں وصیت کروں گا۔''پسر سعد آیا،مسلم نے فرمایا:''تین وصیتیں کرتا ہوں'' ذرا غور سے پڑھئے گا، یہ وصیت شمشیر بگلو پردیسی کی معلوم ہوتی ہے جس کے دو کمسن نونہال ایک دن سے لاپتہ ہیں؟ پڑھئے اور بار بار پڑھئے، اس وقت بھی یہ وصیت احساس فرائض، حقوق کی نگہداشت، اپنے مولا کی طرف توجہ رکھنے والے بندے کی معلوم ہوگی۔ انہیں جیسے انسانوں میں مقاصد رسالت کی تکمیل ہوئی ہے۔ایسی ہی انسان سازی کے لئے رسول آئے تھے۔

پہلی وصیت :جب سے کوفہ آیا ہوں سات سو درہم کا قرضدار ہو گیا ہوں میری تلوار وزرہ بیچ کر ادا کر دینا۔

دوسری وصیت :میری لاش لے کر دفن کر دینا۔

تیسری وصیت :امامؑ کو ایک خط بھیج دینا کہ ادھر نہ آئیں کیونکہ میں نے ان کو لکھا ہے اور وہ آتے ہوں گے۔

حکم ہوا بالائے قصر لے جاؤ قتل کرو اور جسم وہاں سے گرادو۔بکر بن حمران تو ہی یہ کام انجام دے۔مسلمؑ کے قدم بام قصر کی طرف ہیں اور قلب و دماغ تکبیر و تہلیل میں مشغول ہیں،لب پر صلوٰۃ ہے۔''**ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین**'' کی آواز کے بام و در گواہ ہیں بام قصر کی کھلی فضا میں پہنچ کر دل زیارت حسینؑ کے لئے اور بیتاب ہو گیا۔مکہ کا رخ کیا آنکھیں اشکبار ہو گئیں، زبان سے سلام کا فقرہ نکلا''**السلام علیک یا بن رسول اللہ**'' ساتھ ہی تلوار کا وار چلا،سر جدا ہوا جسم گرا دیا گیا اور وصیت پر عمل یوں ہوا کہ پیر میں رسی باندھ کر لاش بازاروں میں تشہیر کرائی گئی۔لڑکے جمع ہو کر تماشا دیکھتے تھے، تیسرے روز قبر ملی۔یہ بھی سفارت کی شان ہے کہ جس کا سفیر ہوں وہ گھوڑے کی پشت سے گرے گا تو میرا خادمانہ انداز یہ ہونا چاہئے کہ میں قصر کی بلندی سے گروں۔اگر اس کی لاش پامال ہوگی تو میرے لئے یہ کم ہے کہ تین روز بازاروں اور کوچوں میں گھسٹتا پھروں۔اس کو اگر تیسرے روز قبر ملے تو مجھے بھی کم از کم اتنی ہی مدت کے بعد دفن ہونا چاہئے۔اگر آقا کا سر نوک نیزہ پر رہے گا تو غلام کا سر استقبال کے لئے دروازہ قصر میں آویزاں رہے گا۔

امام حسینؑ علیہ السلام کے جاں نثاروں میں جناب مسلمؑ کے کارنامہ کی اہمیت اور عظمت اس بات کا لحاظ کرنے کے بعد بڑھ جاتی ہے کہ اور تمام مجاہدین کے لئے امامؑ کی ذات خصوصاً اور دوسرے ساتھیوں کے اقدامات عموماً ہمت افزائی کا سبب تھے۔ وہاں وہ شمع جس پر پروانے نثار ہو رہے تھے،صرف تصور کی دنیا میں نہیں، پیش نظر موجود تھی لیکن یہاں شمع غائب، پر پروانہ نثار ہو گیا۔وہاں عزم و استقلال،صبر و ثبات،تسلیم و رضا،ضبط و تحمل کا مکمل ترین نمونہ موجود تھا اور یہاں بلا کسی پیشرو قدم کے وہ کارنامہ پیش کیا ہے جو اپنی جگہ مستقل نمونۂ عمل ہے۔وہاں کربلا کے سنوارنے میں بہتر قدم بہتر دل و دماغ شریک ہیں لیکن یہاں کوفہ کا میدان،قربانی آراستہ کرنے میں بس خون مسلمؑ کی رنگینی ہے۔

بیشک کربلا میں ایسے افراد تھے جو اگر مسلمؑ کی جگہ ہوتے تو ایسا ہی کارنامہ پیش کرتے جیسے امام حسنؑ کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ اگر یہ مواقع انہیں کے دور میں فراہم ہو جاتے اور یہی اسباب موجود ہو جاتے تو انہیں کے ہاتھوں کربلا آراستہ ہو سکتی تھی لیکن ذرا فرق ہے ان دو فقروں میں کہ 'کر گزرے' اور ''اگر ہوتے تو کر گزرتے''،وہی فرق جو مرتبۂ قوت اور مرتبۂ فعلیت میں ہے۔



غم حسینؑ اور تصوف

غمِ حسینؑ نے بخشا دلوں کو سوز و گداز
درِ حسینؑ سے کیا کیا نہیں ملے اعزاز
تمام اہلِ تصوف ہیں اس کے حلقہ بگوش
کوئی غریب نوازاں میں ہو کہ بندہ نواز

شاعر اہلبیت علامہ نجم آفندی